ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2, 2024

علامہ محمد اقبالؒ کا تصورِ خودی۔۔۔ تجزیاتی مطالعہ

وسیم ارشد

اسسٹنٹ لیکچرار، شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر منزہ منور

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

محمد اکرام الحق

سینئر لیکچرار، شعبہ مینجمنٹ سائنسز، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

The concept of self is the basis of Iqbal's philosophy of life. The real source of Iqbal's concepts is the Holy Quran and the blessed life of the Holy Prophet. In the Qur'an, the word "self" is used. According to Iqbal, the word "self" has been used. According to Allama Iqbal, the self is not just a collection of mental qualities, but to understand the self, it is necessary that a person is a master of understanding and a master of vision. In Kalam Iqbal, he presented a complete Islamic code of life to the Muslim Ummah, which is based on the Kalima Tayyaba. In fact, the concept of self is based on monotheism and exhorts man to imbibe divine attributes. However, human being has excellence due to knowledge and wisdom. Iqbal's commentators played their role in the interpretation and understanding of Khudi philosophy. Here, one thing is very important that Iqbal's commentator should be fully aware of known and Muslim scientific facts. That is, his eyes should be on the entire scope of philosophy, religion and science. Allama Muhammad Iqbal wanted to define a nation where the word of truth is fulfilled, the recognition of its Lord and the rule of the education given by Islam. Where all are united as one nation under one religion and one flag. Where the servant serves the servant and servitude reigns.

Keyword:

علامہ محمد اقبال، خودی، خود مختاری، نخوت، تکبر، جراحت

خودی فارسی زبان کا لفظ ہے جو لغوی اعتبار سے درج ذیل معانی رکھتا ہے:

( ) انانیت ( )خودپرستی ( )خود مختاری ( )خودسری ( )خودرائی ( )خودغرضی ( )نخوت(۸) تکبر

اپنے اوپر بھروسا کرتے ہوئے سب کچھ حاصل کر لینا۔

''خودی'' کا لفظ اقبال کے پیغام یا فلسفہ حیات میں تکبر و غرور یا اردو فارسی کے مروجہ معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ خودی اقبال کے نزدیک نام ہے احساسِ غیرت مندی کا، جذبہ خودداری کا اپنی ذات وصفات کا پاس واحساس کا، اپنی انا کو جراحت وشکست سے محفوظ رکھنے کا، حرکت وتوانائی کو زندگی کا ضامن سمجھنے کا، مظاہراتِ فطرت سے برسر پیکار رہنے کا اور دوسروں کا سہارا تلاش کرنے کی بجائے اپنی دنیا آپ پیدا کرنے کا۔ یوں سمجھ لیجئے کہ اقبال کے نقطہ نظر سے ''خودی'' زندگی کا آغاز، وسط اور انجام سبھی کچھ ہے فرد

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2, 2024

وملت کی ترقی و تنزل، خودی کی ترقی وزوال پر منحصر ہے۔ خودی کا تحفظ، زندگی کا تحفظ اور خودی کا استحکام، زندگی کا استحکام ہے۔ ازل سے ابد تک خودی ہی کی کارفرمائی ہے۔ اس کی کامرانیاں اور کارکشائیاں بے شمار اور اس کی وسعتیں اور بلندیاں بے کنار ہیں۔

فلاسفر کی فکر کا ایک مرکزی نقطہ ہوتا ہے جس پر وہ اپنے فلسفہ کی بنیاد رکھتا ہے۔ علامہ محمد اقبالؒ کی فکر کا مرکزی نقطہ ''خودی'' ہے اور جس سے ان کی مراد نفس یا تعینِ ذات ہے۔ فلسفہ و مذہب میں خودی کے کئی مترادفات پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ذات، نفس، انا، شخصیت، روح، من، خود بینی اور ایگو وغیرہ۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لفظ ''خودی'' کا آغاز کہاں سے ہوا؟ جب انسان کو شعور ملا تو اس نے غور و فکر کی راہ اپنائی۔ چند سو سال قبل مسیح، ویدک مذہب کے بانیوں میں سے ایک شخص ''یاجناواکیہ تھا''(۱) بعض محققین کا خیال تھا کہ یہ ایک پورے سلسلے کا نام ہے۔ ''یاجناداکیہ'' نے خودی کے تصور کو مبہم انداز میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کہتا ہے:

''جب خودی کو پہچان لیا جاتا ہے تو ہر چیز پہچانی جاتی ہے۔۔۔۔''

اس نے خودی کی غیر مرئی نوعیت کو اس طرح سے واضح کیا ہے:

''۔۔۔۔اس کی مثال نمک کی ڈلی کی سی ہے جسے پانی میں ڈبو دیا جائے تو اگرچہ اس کا ہاتھ آنا ناممکن ہے مگر جہاں بھی انگلی ڈبو کر دیکھا جائے پانی نمکین ہوگا۔ اسی طرح سے خودی ہمارے اندر موجود ہے ہم دیکھتے ہوئے یہی نہیں دیکھ سکتے کہ ہمارے اندر کون دیکھ رہا ہے یا سوچتے ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے اندر کون سوچ رہا ہے یہ خودی ہے جو ہر شے کے اندر موجود ہوتی ہے۔ یہ ہمارا اندرونی منتظم ہے جو سب کچھ کر رہا ہے۔'' **(۲)**

''یاجناواکیہ'' سے قبل ممکن ہے کہ خودی کے بارے میں اذکار موجود رہے ہوں لیکن ان کا سراغ نہیں ملتا۔ بے شمار آثار کسی نہ کسی طرح سینہ بہ سینہ یا نسل در نسل مخصوص صورت حال یا ترامیم کے ساتھ کئی ایک نبیوں، رسولوں، رہنماؤں اور فلاسفر کی صورت میں اصلاحی انداز میں سامنے آئے ہوں۔ زمانۂ قدیم اور مشرق و مغرب کے فلسفیوں نے تصورِ خودی کو مختلف انداز میں پیش کرنے کی کوشش کیں اور اسے غیر مادی عنصر اور ماورائی تصور ظاہر کیا لیکن اس کے برعکس علامہ محمد اقبالؒ کے فلسفۂ خودی کو کسی ماورائی یا تخیل پر مبنی قرار نہیں دیا بلکہ زندگی کا اصل محرک اثبات ''خودی'' کو قرار دیا۔

اقبال کا تصورِ خودی

اقبال کی خودی عشق، فقر، جرات، عرفانِ نفس، حریت، اور خشیتِ الٰہی ہے۔ خودی کا پوشیدہ راز، انسان کی اپنی ذات ہے۔ اقبال نے فلسفۂ خودی مغرب کے فلسفیوں سے لیا ہے لیکن یہ کہنا غلط ہے کیوں کہ دوسرے صوفیا کے علاوہ مولانا رومیؒ نے بھی استحکامِ خودی کا درس دیا۔ ڈاکٹر نکلس کے نام خط میں علامہ اقبالؒ لکھتے ہیں:

''میرا دعویٰ ہے کہ ''اسرار'' کا فلسفہ مسلمان صوفیا اور حکما کے افکار و مشاہدات سے ماخوذ ہے اور تو اور وقت کے متعلق برگساں بھی ہمارے صوفیا کے لئے کوئی نئی چیز نہیں۔'' **(۳)**

خودی کا تصور اقبال کے فلسفۂ حیات کی بنیاد ہے۔ اقبالؒ کے تصورات کا حقیقی ماخذ قرآن مجید اور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہے۔ قرآن میں خودی کے لیے نفس کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اقبال کے نزدیک خودی کے لیے ''نفس'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک خودی محض ذہنی کیفیات کا مجموعہ نہیں بلکہ خودی کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان صاحبِ ادراک اور صاحبِ نظر ہو۔ کلام اقبال میں اُمتِ مسلمہ کے سامنے ایک ایسا مکمل اسلامی ضابطۂ حیات پیش کیا جس کی بنیاد کلمہ طیبہ ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2, 2024

خودی کا سرِنہاں ، لا الہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں ، لا الہ الا اللہ

(اقبال: ضرب کلیم، نظم اسلام اور مسلمان)

اس فکر کا سرچشمہ یہی لاالہ الااللہ کا تصور ہے جو انفرادی اور اجتماعیت کا پاسبان بھی ہے اور رہنما بھی:

خودی کیا ہے ؟ رازِ درونِ حیات
خودی کیا ہے ؟ بیداری کائنات

(اقبال: بالِ جبریل، ساقی نامہ)

اقبال کے نزدیک زندگی کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی ذات کی تلاش کے لیے جستجو کرے کیوں کہ یہی اس کی ترقی کا راز ہے یہ خودی ہی ہے جو انسان کی ان صلاحیتوں کو آشکار کرتی ہے جس سے زندگی اور زندہ دلی کے ان گنت جوہر اُبلتے ہیں:

خودی کا نشیمن ترے دل میں ہے
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے

(اقبال: بالِ جبریل، ساقی نامہ)

''خودی'' خود بینی، جہاں بینی اور خدا بینی ہے۔ خودی انسانی طاقت کا راز، مرغِ تخیل کی پرواز اور دل کی آواز ہے۔ اقبال کی فکرِ انسانیت کے ہر شعبے پر حاوی ہے۔ اقبال کے اس نظامِ فکر اور حکیمانہ تعلیمات کا سرچشمہ ''خودی'' ہے ان کا یہی زندگی افروز پیغام تھا جو دلوں میں اُتر کر خون کے ساتھ گردش کرنے لگا۔

یوسف سلیم چشتی کی نظر میں:

یوسف سلیم چشتی کا شمار '' مثنوی اسرارِ خودی'' کے اولین شارحین میں ہوتا ہے۔ شرح کے دیباچے میں چشتی صاحب نے مثنوی اسرارِ خودی لکھنے کی وجوہات کا بھی ذکر کیا۔ انہوں نے شرح دیباچے میں یہ بات لکھی ہے کہ اکثر اصحاب سے یہ کہتے سنا ہے کہ اقبال کا مطالعہ کیا مگر خودی کا مطلب سمجھ نہیں آیا۔ اس کے جواب میں چشتی صاحب کا کہنا ہے کہ اگر وہ لوگ اس دیباچے کا پہلا جملہ ہی سمجھ کر پڑھ لیں تو انہیں خودی کا مطلب بآسانی معلوم ہو جائے۔ مثنوی میں تمہید کے آغاز میں بیان ہے کہ نظامِ عالم کی اصل ''خودی'' سے ہے یعنی حیات کا تسلسل خودی کے استحکام پر منحصر ہے۔ انسان کے مرکزِ حیات کو خودی سے تعبیر کیا جاتا ہے:

> ''غالباً ۱۹۳۰ء کا واقعہ ہے کہ میں نے ایک دن حضرت علامہ سے دریافت کیا کہ آپ کے فلسفۂ خودی کی قرآنی بنیاد کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ ۱۹۱۱ء جب میں نے قرآن کی اس آیت میں تدبر کیا۔ ترجمہ: (اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو، تم پر لازم ہے کہ فکر اپنی جان کا۔ اگر تم راہ راست پر ہو تو جو شخص گمراہ ہے وہ تمہیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتا) تو یہ حقیقت مجھ پر آشکار ہو گئی کہ ہر مسلمان پر اپنی خودی کا استحکام فرض ہے۔ پس اس آیت کو اپنے فلسفۂ خودی کا سنگ بنیاد بنایا۔''(۴)

خودی ایک پُراسرار شے ہے اور اپنی حقیقت کے رُو سے مضمر ہے یعنی اس کی ماہیت کا علم نہیں ہے۔ خودی اگرچہ ایک مخلوق ہے لیکن عمل کی بدولت لازوال (غیر فانی) ہو سکتی ہے اور خودی میں ترقی غیر محدود صلاحیتیں پوشیدہ ہیں۔ قرآن حکیم سے ماخوذ آیات سے اس کی وضاحت ملتی ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2, 2024

''ترجمہ:(آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ روح(خودی)میرے رب کے حکم سے موجود ہوتی ہے،اور تم لوگوں کو حقائق اشیاء کا بہت کم علم دیا گیا ہے(بنی اسرائیل آیت نمبر ۸۵) اس آیت سے ثابت ہوا کہ خودی کی ماہیت عقل کی دسترس سے بالاتر ہے۔'' (۵)

چشتی صاحب لکھتے ہیں کہ خودی ہمارے جسم میں شرارِ ازندگی کا حکم رکھتی ہے یعنی ہم اس کی بدولت زندہ ہیں۔اقبال مسلمانوں کو خودی کی حفاظت کا درس دیتے ہیں کہ اس معاملے میں غفلت نہ کرنا۔اقبال کا سارا فلسفہ یا پیغام اسرارِ خودی سے لے کر ارمغانِ حجاز تک ہر تصنیف میں خودی کے نکتہ کو مختلف طریقوں سے واضح کیا۔امر اس بات پر زور دیا کہ اگر مسلمان رازِ حیات سے آگاہ ہو جائے گا تو خودی کی معرفت حاصل کر لے گا۔

غلام رسول مہر کی نظر میں

غلام رسول مہر باوقار علمی اور ادبی شخصیت کے حامل تھے۔ایک ہی وقت میں وہ ادیب بھی تھے صحافی، مورخ، سوانح نگار بھی تھے اور سفر نامہ نگار وتذکرہ نگار بھی، سیاست دان بھی محقق و مفکر بھی تھے۔مہر صاحب اسلامیہ کالج کے زمانے سے اقبال کے کلام کے آشنا تھے۔آپ حضرت اقبال سے بہت متاثر تھے۔آپ نے محافل اقبال میں فلسفہ، شاعری، تاریخ اور سیاسی موضوعات سے استفادہ کیا۔

غلام رسول مہر کی مطالب اسرار رموز کا زمانہ تحریر ۱۹۴۰ء بتایا جاتا ہے انہوں نے واضح کیا کہ خودی کیا ہے۔اس کی کیفیت مختلف صورتوں میں بیان کی، تخلیق و تکمیل اور خودی کے استحکام کی وضاحت کی ہے خودی ضعیف ہو گی تو اس کی شکل کیا ہوتی ہے اور مستحکم ہو تو کون سی شکل اختیار کرتی ہے اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے:

''زندگی کا وجود خودی کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے جو کچھ تجھے نظر آرہا ہے یہ سب خودی کے رازوں کا کرشمہ ہے۔
سینکڑوں جہاں خودی کی ذات میں چے چھپے ہوئے ہیں۔''(۶)

مہر صاحب کے مطابق خودی کو عمل کی غرض سے مختلف روپ دھارنے پڑتے ہیں وہ اٹھتی ہے لڑتی ہے چمکتی ہے بھاگتی ہے جلتی ہے روشن کرتی ہے مارتی ہے جاگتی ہے۔یہ سب مختلف روپ ہیں جو خودی عمل کی غرض سے دھارتی ہے۔خودی زندگی کی ندی سے بے کراں سمندر پیدا کر لیتی ہے۔بس ہماری زندگی دیکھنے کا شوق پیدا ہو لیکن اسے دیکھنے کے لیے خاص آنکھوں کا ہونا ضروری ہے۔

غلام احمد پرویز کی نظر میں

علامہ احمد پرویز، علامہ محمد اقبالؒ کے قریبی رفقا میں ایک ہیں۔انھوں نے اپنے قلم کے ذریعے اپنے جذبات و فکر کو مذہبی، علمی، اصلاحی اور منطقی انداز میں پیش کیا۔علمی کارناموں کے علاوہ تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا:

''۱۹۳۷ء کے موسم گرما میں علامہ اقبالؒ کے ایما پر حضرت قائد اعظمؒ نے اپنے قیام شملہ کے دوران علامہ پرویز کو بلا کر فرمایا کہ یہ مولوی صاحبان تحریکِ پاکستان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اس کی مدافعت کے محاذ کو میں سپرد کرنا چاہتا ہوں چناں چہ حضرت قائد اعظم کی ہدایت پر وہ تمام ضروری اقدامات کئے گئے۔''(۷)

پرویز صاحب نے اقبال کے فلسفۂ خودی مؤثر انداز میں سمجھانے کی کوشش کی۔ان کے نزدیک انسان کے جسم کی مشینری طبعی قوانین کے مطابق چل رہی ہے جب ان قوانین کی رو سے موت آجاتی ہے تو انسان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔لیکن قرآن کہتا ہے کہ یہ تصور غلط ہے۔انسان صرف جسم کا نام نہیں جو طبعی موت کے ساتھ ختم ہو جائے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2, 2024

اس میں جسم کے علاوہ کچھ اور بھی ہے جو موت کے ساتھ فنا نہیں ہوتا۔قرآن نے زندگی کا جو نظام تجویز کیا ہے اس میں یہ شے نشو نما حاصل کرتی ہے اور مستحکم ہوتی چلی جاتی ہے اسی کا نام انسانی ذات، شخصیت، نفس انا یا خودی ہے۔اقبال کے نزدیک حیوان اور انسان میں فرق یہ ہے کہ حیوان کسی شے کی تخلیق نہیں کر سکتا (وہ صرف بذریعہ تولید افزائش نسل کر سکتا ہے)اور انسان میں قوتِ تخلیق بھی ہے۔وہ اپنے تخلیقی کارناموں سے خالق کائنات کے حسن میں اضافے کرتا ہے۔لیکن یہ تخلیق خودی کی بیداری سے ہو سکتی ہے۔فکرِ اقبال کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ تمام عالم خودی ہی کے غور کا مظہر ہے خودی زندگی ہے لیکن یہ مشہور اس وقت ہو سکتی ہے جب یہ اپنے آپ کو مقید کرتی ہے۔

پرویز صاحب فلسفیانہ انداز میں واضح کرتے ہیں:

> ''انسان میں مرکز حیات ''انا'' شخصی یا خودی ہے (شخصیت اطناب کی حالت ہے) اور اس کا تسلسل اس حالت کے قیام سے وابستہ ہے اگر اطناب (Tension) کی حالت قائم نہ رہے تو استرحا (Relaxation) پیدا ہو جاتا ہے چوں کہ خودی (شخصیت) یا حالتِ اطناب انسان کی سب سے گراں قدر کامیابی ہے لہٰذا اس کو خبردار رہنا چاہیے کہ پھر استرحا کی کیفیت اس پر طاری نہ ہو جائے۔''(۸)

پرویز صاحب نے اقبالؒ سے اپنی محبت کو علمی و عملی لحاظ سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔انھیں اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مخالفین کا سامنا رہا لیکن انہوں نے اس مخالفت سے بے پرواہو کر اپنے مشن کا جاری رکھا۔

خواجہ حمید یزدانی کی نظر میں

پروفیسر ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی ماہر فارسیات ہیں۔اقبال کے فارسی کلام سے اپنی بے پناہ محبت رکھتے ہیں۔ یزدانی صاحب نے نظام کائنات کی اصل بنیاد خودی کے حوالے سے اقبال کے کلام کی ترجمانی کی ہے کہ زندگی کے تسلسل کا انحصار خودی کے استحکام پر ہے۔انھوں نے واضح کیا تو جو کچھ یہاں دیکھ رہا ہے اس کا رشتہ خودی کے اسرار حقیقتوں سے ہے۔خودی کا خود کو ظاہر کرنا یہ ہے کہ وہ کائنات کے ذرّے ذرّے میں اپنا اظہار کر رہی ہے تاکہ اس کی شناخت ہو سکے:

> ''خودی ایک خاموش موت ہے اور کچھ نہ کچھ کرنے کے لیے وہ بے قرار رہتی ہے۔وہ عمل کے سبب عمل کے لیے وجوہات کی پابند ہے مراد یہ کہ وہ خاموشی سے بر سر عمل رہتی ہے۔قرانی تلمیح کے مطابق: (وہ ذات ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مصروف رہتی ہے (سورہ الرحمن: ۲۹)'' (۹)

یزدانی صاحب کے نزدیک خودی اپنی مخفی قوتوں اور صلاحیتوں کا نام ہے۔لیکن اطاعتِ الٰہی اور ضبط نفس نہ ہو تو اس کا حصول ممکن نہیں۔بس انسان کو چاہیے کہ وہ جمود کا شکار نہ ہو۔

سید اصغر علی جعفری کی نظر میں

سید اصغر علی شاہ پچاسیوں ادبی و تاریخی تصانیف کے خالق ہیں ترجمہ نویسی کے فن میں مہارت رکھتے تھے۔ان کی تحاریر سادہ اور عام فہم ہیں اپنی شرح (اسرارِ خودی) میں علامہ کے خیالات و تصورات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے پیش لفظ میں ان کے کلام کی عظمت، اہمیت پر روشنی ڈالی :

> ''علامہ اقبال کا کلام اس قدر ہمہ گیر نوعیت کا حامل ہے کہ اس کے مطالعے سے محض زندگی کے کسی مخصوص طبقے ہی کو افادیت میسر نہیں آتی بلکہ کائنات میں بسنے والے ہر فرد کے لیے اس کے مقام کا آگہی کا درس ہے۔'' (۱۰)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2, 2024

جعفری صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ نے خودی کی کیفیت مختلف صورتوں میں بیان کرنے کے بعد اس امر پر زور دیا ہے کہ اس کا استحکام ضروری ہے صرف خود آشنا و خدا آشنا ہونا ضروری نہیں بلکہ استحکام خودی لازم ہے اور کائنات کا سارے کے سارا نظام استحکام خودی کے باعث چل رہا ہے اقبال کے مطابق خودی عشق اور محبت سے مضبوط ہوتی ہے۔ عشق دنیا میں فانی چیز ہے۔ خودی کے بغیر عشق کا ہونا ناممکن ہے:

> ''عشق و محبت سے جب خودی مستحکم ہو جاتی ہے تو اس میں قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ فرماں روائے عالم بن جاتا ہے۔ خودی اس وقت طاقت ور ہو سکتی ہے جس وقت اس میں عشق و محبت کے عناصر شامل کئے جاتے ہیں جب صحیح میں خودی کو عشق و محبت کی اعانت حاصل ہو تو وہ اس قدر مضبوط ہو جائے گی کہ پورے جہاں پر حکمرانی کرنے کے قابل ہو جائے گی۔ دنیا کی بڑی طاقت اس کے اقتدار سے باہر نہیں رہ سکتی۔''(۱۱)

دراصل تصورِ خودی توحید پر مبنی ہے اور انسان کو خدائی صفات جذب کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ چناں چہ انسان کو علم و حکمت کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔ اقبالؒ کے شارحین نے فلسفہ خودی کی تشریح و تفہیم میں اپنا کردار ادا کیا یہاں ایک بات بہت ضروری ہے کہ شارح اقبال، معلوم اور مسلم علمی حقائق سے پوری طرح واقف ہو۔ یعنی اس کی نگاہ فلسفہ، مذہب اور سائنس کی پوری وسعتوں پر ہو۔ علامہ محمد اقبال ایک ایسی قوم کی تعبیر چاہتے تھے جہاں کلمہ حق کی تکمیل ہو، اپنے رب کی پہچان ہو اور اسلام کے دیے ہوئے تعلیم کا راج ہو۔ جہاں سب ایک دین اور ایک جھنڈے تلے ایک قوم کی حیثیت سے متحد ہوں۔ جہاں بندہ بندے کے کام آئے اور بندگی کا راج ہو۔ جہاں مومنوں کا بسیرا ہو اور قرآن ان کے سینے میں دہکتا ہو۔ جہاں انسان تو انسان ایک چیونٹی کا حق بھی نہ مارا جاتا ہو۔ مگر یہ ایک محض خواب ہی ہے۔ ابھی جستجو اور علم کے کئی مراحل سے گزر کر ہی یہ ممکن ہے کہ ہم انسان بن سکیں اور فلسفہ خودی کو جان سکیں۔

خودی کی یہ ہے منزل اولیں
مسافر یہ تیرا نشیمن نہیں
تری آگ اس خاکداں سے نہیں
جہاں تجھ سے تو جہاں سے نہیں!

(اقبال: بالِ جبریل، ساقی نامہ)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ یاجاواکیہ، شخص یا سلسلہ کا نام ہے۔ کے حوالے سے جو خودی کے تصور کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ اس کا ذکر ریحان اصغر کی کتاب خودی: ایک نفسیاتی جائزہ کے ابتدائیہ میں موجود ہے۔

۲۔ ریحان اصغر نیر، خودی (ایک نفسیاتی جائزہ)، لاہور: ادارہ تالیف و ترجمہ، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۹۳ء، ص: ۱۲۳

۳۔ ثاقب رزمی، اقبال کی انقلابیت، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۹۹۰ء، ص : ۲۳

۴۔ یوسف سلیم چشتی، پروفیسر، شرح اسرارِ خودی، لاہور: عشرت پبلشنگ ہاؤس، س۔ن، ص: ۱۳۷

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2, 2024

۵۔ ایضاً ص: ۱۴۱۔اس کی تفسیر میں ملک احسان الحق نے ''بیان الفرقان'' کے ص نمبر ۳۶۳ میں لکھا ہے کہ روح کا معنی وہ جوہر ہے جو انسان کے عقل و شعور کا ذریعہ بنتا ہے۔اس لیے روح عقل و شعور کو بھی کہتے ہیں۔قرآن کو بھی روح کہا گیا ہے اور قرآن لانے والے فرشتے کو بھی روح کہا گیا ہے کیوں کہ ان کا عقل و شعور سے ہی تعلق ہے۔

۶۔ غلام رسول مہر، مولانا، مطالب اسرار و رموز، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ پبلشرز س۔ن، ص: ۲۴

۷۔ مطبوعہ: شعبہ تحریک پاکستان محکمہ اطلاعات و ثقافت، حکومت پنجاب، گولڈ میڈل، لاہور، النور پرنٹر، ۱۹۹۰ء، ص: ۳۳

۸۔ پرویز، مجلسِ اقبال، لاہور، طلوع اسلام ٹرسٹ، ۱۹۹۶ء، ص: ۲

۹۔ حمید یزدانی، خواجہ ڈاکٹر، شروح اسرار و رموز، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء، ص: ۳

۱۰۔ اختر النسا، ڈاکٹر، شروحِ کلامِ اقبال (تحقیقی و تنقیدی مطالعہ)، لاہور، بزمِ اقبال، ۲۰۱۵ء، ص: ۳۳

۱۱۔ اصغر علی جعفری، سید، شرح اسرار خودی، لاہور: نیوز بک پیلس، س۔ن، ص: ۴۴